R. No. 218057 Regd. No. 923

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون - ۲۹
قیمت تین روپے سالانہ
فی پرچہ دس نئے پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۲ ۔ شمارہ ۲۸	ایڈیٹر ۔ آل احمد سرور	۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء

محمد انصار اللہ نظر

مشاعرہ مرزا محمد تقی ہوس

مرزا محمد تقی ہوس کی شاعرانہ اہمیت معلوم و مسلم ہے۔ لکھنؤ میں ۱۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ میر حسن اور مصحفی جیسے استادوں سے فیض پایا۔ مصحفی ان کی بابت لکھتے ہیں:

"جوانیست بزیور فضل و کمال آراستہ، و بحلیۂ مہذب الاخلاقی پیراستہ محامد خانداں عالیۃ الشان از روئے حسب و نسب محتاج بشرح و بیان نیست ... عمرش از چہل متجاوز خواہد بود"

مرزا صاحب نے شعر و سخن کی ایک محفل بھی آراستہ کی۔ اس مشاعرہ کا ذکر مصحفی نے اپنے تذکرہ میں کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشاعرہ کی تمام غزلیں مرزا محمد علی بیگ نام ایک شخص نے لکھ لی تھیں اور یہ کتاب بھی ریاض الفصحا کے ماخذ میں سے ایک تھی۔ ہوس کے اس مشاعرہ میں اکثر نوعمروں نے شرکت کی تھی۔ معلوم نہیں کہ اس دور کے اساتذہ مثلاً رنگین اور انشا وغیرہ اس میں شریک ہو سکے تھے یا نہیں۔ جو شعرا شریک تھے اور جن کی طرحی غزلیں ہمارے سامنے موجود ہیں درج ذیل ہیں:-

"میرزا حجری عاشق برادر آغا تقی صاحب ... غزلے کہ در اجتماع مشاعرہ مرزا تقی ہوس خواندہ شدہ بود و ہم در آں نکردہ ... عمرش تخمیناً چہل سالہ بود" (۵ شعر) مطلع:-

نکھرو سنبل مشکیں کو روئے رشک گلشن پر
شب دیجور کو ترجیح ہوگی روز روشن پر

نگین۔ احوالش معلوم نیست مگر ایں قدر کہ ایں ہم شریک آں مشاعرۂ عظیم الشان مرزا تقی ہوس بودہ" (۳ شعر) مطلع:-

کمر باندھی ہے کس گل چہرہ نے تاراج گلشن پر
کہ فق ہے رنگ گل بلبل عیاں ہے اپنے شیون پر

محسن۔ تخلص برادر زادہ خواجہ حسن کماری ... او ہم طرحی غزلے در مشاعرہ مرزا تقی ہوس آمدہ، و دریں زمیں ایں غزل خواندہ بود" (۴ شعر) مطلع:

لگا مت بے تامل تیغ ظالم میری گردن پر
رہیں گی حشر تک چھینٹیں لہو کی تیرے دامن پر

مسرور ... در مشاعرہ مرزا تقی ہوس ... او ہم دریں زمین طرحی ایں غزل خواندہ بود از کتاب مشاعرہ مرزا محمد علی بیگ ایں چند شعر انتخاب کردہ نوشتہ شد" (۴ شعر) مطلع:-

سدا خورشید کو ہو رشک جس کے روئے روشن پر
نہ کیوں کر جعد کالے سر دائم اس کے نعل توسن پر

مصحفی کے تلامذہ بھی اس مشاعرہ میں شریک تھے چنانچہ احمد۔ منشی محمد احمد خلف منشی اسحاق خاں متوطن لاہور کے چند اشعار ریاض الفصحا میں درج ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال کے قریب تھی۔ (۵ شعر) مطلع:-

خیال مہر تاباں گر ہے اس کے روئے روشن پر
تو پھر خط شعاعی کا گماں ہے تیرے چلمن پر

مصحفی کے علاوہ دوسرے اساتذۂ لکھنؤ کے شاگردوں نے بھی مشاعرہ میں شرکت کی تھی مثلاً ذہین۔ شاگرد لالہ جیونا لال طرب کے تین شعر مصحفی نے نقل کیے ہیں۔ اس وقت ذہین کی عمر ۱۶ برس کی تھی۔ مطلع:-

کوئی نازو ادا پر غش ہے کوئی اس کی چتون پر
ذہین اک ہم فقط پستے ہیں اس کے دو سخن پر

ناسخ بھی اس وقت تک اساتذہ میں شمار ہونے لگے تھے ان کے شاگردوں نے مذکورہ زمین طرحی میں غزل کہی تھی۔

(۱) محقق۔ نواب جعفر علی خاں (۴ شعر) مطلع:-

تمہارا دیکھ جوبن مجھ کو غش آتا ہے جوبن پر
سہانے خاک ازل خوب ہی میری ہوتا ہے

[illegible]

لے ریاض الفصحا مؤلفہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی مطبوعہ ۔ ریاض ۳۰۲، ۳۰۳ ... گلشن بے خار نواب مصطفی خاں شیفتہ ... گلستان بے خزاں ... حکیم قطب الدین باطن ... تذکرۂ آب بقا مؤلفہ خواجہ عبدالرؤف عشرت ... تذکرۂ ... نواب محمد حسن خاں ... [illegible]

خطبۂ صدارت

جسے جناب خان بہادر الحاج مبین صاحب خیری صدر انجمن نے ۲۳ر جون ۶۳ء کے سالانہ اجلاس انجمن ترقی اردو راجستھان میں ارشاد فرمایا۔

محترم حضرات!

سال گزشتہ کی رپورٹ جنرل سکریٹری صاحب نے ابھی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ مجھے خود دو تین ہی باتیں عرض کرنی ہیں۔ ۳ مئی ۶۲ء کو انجمن ترقی اردو راجستھان کا جو سالانہ جلسہ ہوا تھا اس میں اتفاق رائے سے ایک تجویز پاس کی گئی تھی جو مختصر الفاظ میں یہ تھی کہ حکومت ہند سے درخواست کی جائے کہ وہ ایک کمیشن مقرر کرے، اس کی تحقیقات کرائے کہ اردو کو اس کے جائز حقوق کیوں نہیں ملے اور اب کیا قانونی یا دیگر اقدامات کیے جائیں کہ دستور ہند کی رو سے اور پارلیمنٹ کی منظور کردہ پالیسی کی رو سے جو حقوق اردو بولنے والی لسانی اقلیت کو حاصل ہیں وہ اس کو عملاً مل جائیں۔

اس تجویز کا اردو میں ترجمہ کرا کر ایک مفصل خط کے ذریعہ حکومت ہند کو بھیجا گیا اور بعض مرکزی وزرا کو بھی توجہ دلائی گئی اور میں خود دہلی جا کر مرکزی وزیر برق آب سے ملا اور ان سے استدعا کی کہ وہ جو ممکن کوشش کر سکتے ہوں کریں۔ علی گڑھ مرکز کو بھی لکھا گیا کہ وہ بھی اپنے طریقہ سے کوشش کریں۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ نومبر ۶۲ء میں ایک کل ہند اردو کانفرنس جے پور میں کی جائے اور اس میں اس سوال کو اٹھایا جائے۔ کانفرنس کے سلسلہ میں اہل جے پور نے اور راجستھان کے دیگر مقامات کے اردو دوست احباب نے جو تعاون کیا اور چندہ دیا میں بحیثیت صدر انجمن ان سب اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ چینی جارحیت اور ہنگامی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے نومبر ۶۲ء میں کانفرنس ملتوی کی گئی اور چندہ کو محفوظ کر دیا گیا۔ امید ہے کہ آئندہ موسم سرما میں حالات سازگار ہونے پر کانفرنس منعقد ہوگی اور اس میں سب اردو دوست مل کر غور کریں گے اور طے کریں گے کہ اردو کی بقا اور ترقی کے لیے کیا کرنا چاہیے۔

اس اثنا میں سب سے اہم مسئلہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کا ہے۔ اگر اردو باقی رہ سکتی ہے تو اسی صورت میں کہ جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے وہ اپنے بچوں کو لازمی طور سے شروع میں اردو پڑھائیں۔ اگر حکومت نے جو شرط تعداد طلبا یا طالبات کی بابت لگائی ہے وہ پوری ہوتی ہے تو کوشش کرکے، اصرار کرکے بچوں کی ابتدائی تعلیم کا اردو کے ذریعہ سرکاری اسکولوں میں انتظام کرائیں اور اگر شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے سرکاری اسکول میں انتظام نہیں ہو سکے تو کسی مکتب میں یا پرائیویٹ اسکول میں یا گھر پر اپنے بچوں کو اردو پڑھوائیں مگر پڑھوائیں ضرور۔

ابتدائی درجوں کے بعد بھی بچوں کی اردو کی تعلیم کا اہتمام کریں۔

سہ لسانی فارمولے کے تحت ریجنل یا سرکاری زبان کے علاوہ مادری زبان پڑھائی جائے گی۔ جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے وہ قطعی طور پر مادری زبان اردو لکھوائیں اور اپنے بچوں کو اردو دلوائیں۔ اختیاری مضمون کی حیثیت سے جن درجوں میں یا جن اسکولوں میں اردو لی جا سکتی ہے وہاں ضرور بچوں کو اردو دلوائیں۔ اسی طرح کالج میں جہاں تک ممکن ایسے بچوں کو جن کو شوق ہو اور جن سے امید ہو کہ وہ اردو میں ڈسٹنکشن لائیں گے ان کو اردو دلوائیں۔ اور جب راجستھان یونیورسٹی میں ایم۔ اے میں اردو ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ تعداد میں لڑکے اور لڑکیاں ایم۔ اے میں اردو لیں۔

ہمارے جو مطالبات مان لیے گئے اور جن کی بابت احکام جاری ہو گئے ضرورت ہے کہ ہم ان احکام سے فائدہ اٹھائیں۔ مثلاً اپنی جائز شکایات کی بابت اردو میں درخواستیں دی جا سکتی ہیں تو اردو میں درخواستیں دیں۔ مرکزی اور ریاستی حکومت کو یا وزرا کو اردو میں خط لکھے جا سکتے ہیں جن کے جوابات اصولاً اردو ہی میں دیے جائیں گے تو ہم کو چاہیے کہ اردو میں خط لکھیں۔ یا پرانے احکامات جو اردو میں ہیں ان کی نقول حاصل کرنی ہوں تو اصرار کریں کہ ایسی نقول اسی رسم الخط میں دی جائیں جس میں اصل حکم ہے یعنی اردو میں۔

مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اپنی تقریبات، شادی بیاہ وغیرہ کے بلاوے بھی لوگ اردو میں چھپے ہوئے بھیجتے ہیں۔ یہ کیا احساس کمتری ہے؟

آخر میں میں جملہ عہدہ داران کا بالخصوص پنڈت اونکار نرائن صاحب نائب صدر اور مولوی احترام الدین صاحب شاغل جنرل سکریٹری کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ گزشتہ سال میں بھی پہلے کی طرح اردو کے لیے ان حضرات نے برابر اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اونکار نرائن صاحب نے باوجود اپنی علالت کے بیکانیر جا کر اردو کانفرنس کے لیے چندہ جمع کیا اور لوگوں کی ہمدردی اور تعاون حاصل کیا۔ مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی پنڈت صاحب اور مولوی صاحب اور تمام دیگر حضرات اسی جوش و خروش سے اردو کے لیے کام کرتے رہیں گے۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کی ایک نئی کتاب

صوبۂ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات

۱۸۴۸ء–۱۸۵۳ء

مرتبہ: محمد عتیق صدیقی

سائز ۲۰×۳۰/۸، حجم ۲۲۰ صفحات، بلاک کے صفحات ۲۸۔

قیمت نو روپے

"صوبۂ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات" محمد عتیق صدیقی کی نئی تالیف ہے، جس میں اترپردیش، دلی اور پنجاب کے اُن علاقوں کی جو اس وقت صوبۂ شمالی و مغربی میں شامل تھے، چھ برسوں کی صحافتی و ادبی سرگزشت ہے جو سرکاری ریکارڈوں سے مرتب کی گئی ہے۔

یہ کتاب ہماری صحافتی و ادبی تاریخ کے اہم خلاؤں کو پُر کرتی ہے۔ کتابوں اور اخبارات کے سرورق کی تصاویر نے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے۔

ہماری زبان

۲۲ر جولائی ۱۹۶۳ء

جن سنگھ اور اُردو

جن سنگھ بہرحال ملک کی ایک اہم جماعت ہے ہمیں اس کے بعض اصولوں سے اور اس کے عمل سے خاصا اختلاف ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ایک بہت بڑی تعداد اس پارٹی کی حامی ہے اور ملک کی سیاست پر اس کے خیالات اور اس کے طریقۂ کار کا اثر پڑنا بھی لازمی ہے۔ اس لیے ہمیں اس کا افسوس تھا کہ اُردو کے سلسلے میں جن سنگھ کے علمبرداروں کا ذہن صاف نہیں ہے اور وہ اُردو کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، بلکہ اگر اردو کے حق میں آواز اٹھتی بھی ہے تو اُن کی طرف سے اس کی مخالفت ضرور ہوتی ہے اس لیے ہمیں جن سنگھ کے جنرل سکریٹری نانا جی دیش مکھ کا وہ بیان دیکھ کر جو معاصر دعوت میں چھپا تھا اور جسے ہم نے 'ہماری زبان' کی ۸ر جولائی کی اشاعت میں نقل بھی کیا تھا، تھوڑی سی خوشی ہوئی۔ کچھ عرصے پہلے تک جن سنگھ کے علمبردار برابر یہ کہتے تھے کہ اردو بدیشی زبان ہے، ہندوستان میں اس کا کیا کام۔ شکر ہے کہ اس کے جنرل سکریٹری نے اب اس کا اعتراف کیا ہے کہ اُردو غیرملکی زبان نہیں، وہ ہندوستان میں پیدا ہوئی اور اس ملک کی ایک عظیم زبان ہے اس لیے ہم جنرل سکریٹری صاحب سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں

(۱) اگر یہ حقیقت ہے کہ اُردو اس ملک کی ایک عظیم زبان ہے تو اگر اس عظیم زبان کی ترقی رک گئی یا اس کے بولنے والے، پڑھنے والے اور لکھنے والے کم ہو گئے اور اس میں اچھا ادب کم پیدا ہونے لگا، اس کے اخبارات، رسالوں اور کتابوں کی تعداد گھٹنے لگی تو کیا یہ قوم کا نقصان نہیں ہوگا؟

(۲) اگر اُردو ملک کی ایک عظیم زبان ہے تو کیا ہر سچے محبِ وطن کا یہ فرض نہیں ہے کہ اس زبان کی نہ صرف ترقی چاہے، بلکہ اس کی ترقی کے لیے وسائل فراہم کرنے میں مدد دے۔

(۳) اگر اردو ملک کی ایک عظیم زبان ہے تو جن سنگھ جیسی با اثر پارٹی نے جو حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہے، اب تک اُردو کی حمایت میں کیا کیا ہے۔

(۴) اگر جن سنگھ کے ذمہ دار افراد یہ کافی سمجھتے ہیں کہ وہ زبانی اُردو کے ایک ملکی زبان ہونے اور ایک عظیم زبان ہونے کا اعتراف کرلیں اور عملاً جہاں بھی اُردو کو اس کے جائز حقوق دلوانے کی کوشش ہو رہی ہو، وہ اس کی مخالفت کریں، تو یہ بات کہاں تک مناسب ہے اور اس روش کو کیا نام دینا چاہیے۔

(۵) جن سنگھ کے جنرل سکریٹری نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ زبان اسلام کے ماننے والوں تک محدود ہو رہی ہے۔ اس میں کس کا قصور ہے؟ اُردو کا یا اسلام کے ماننے والوں کا جو ایک قومی سرمائے کو سینے سے لگانے کے لیے تیار ہیں یا ان لوگوں کا جو تنگ نظری یا ناسمجھی کی وجہ سے اپنے بزرگوں کی میراث کو ٹھکرا رہے ہیں۔

(۶) یہ بھی کہا گیا ہے کہ فارسی رسم خط تک اسلامی تعلیمات کو محدود رکھنا ٹھیک نہیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اسلامی تعلیمات نہ صرف ہندی رسم خط میں، بلکہ ملک کی دوسری اہم زبانوں کے رسم خط میں بھی نشر کی جاتی ہیں۔ 'ہماری زبان' اردو زبان کا وکیل ہے، اسلامی تعلیمات کی وکالت کا فرض اس سے بہتر دوسرے انجام دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اردو کو فارسی رسم خط تک محدود رکھنا ٹھیک نہیں تو اب یہ بات بھی صحیح نہیں رہی۔ اُردو کی ہزاروں کتابیں ہندی رسم خط میں منتقل ہو گئی ہیں، اور یہ رفتار برابر بڑھ رہی ہے۔ مگر ہندی رسم خط میں بھی اردو ادب کے منتقل ہونے کی بات اور ہے، آخر انھیں یا کسی اور کو اردو رسم خط سے کیوں چڑ ہے۔ یہ بھی ایک قومی رسم خط ہے اور اس کا بھی ملک پر اسی طرح حق ہے جس طرح کسی دوسرے رسم خط کا۔ اردو کی حمایت کرنا اور اس کے پرانے اعلام اور خوب صورت رسم خط سے بیزاری کا اظہار کرنا عجیب بات ہے۔ ہاں اگر اردو کے سرمائے کو علاوہ اردو رسم خط کے ہندی یا دوسرے میں بھی منتقل کرنے کی بات ہو تو اس کی شاید ہی کوئی اردو دوست مخالفت کرے گا۔

کاش جن سنگھ کے ارباب حل و عقد اس قومی مسئلے کے ہر پہلو پر قومی نقطۂ نظر سے غور کرتے تو انھیں اردو کی حمایت کے ساتھ اس کے رسم خط کی مخالفت کی ضرورت پیش نہ آتی اور وہ اردو کی حمایت کا کوئی عملی ثبوت دینے پر بھی آمادہ ہوتے۔

ازبکستان کے طلبہ کو اُردو ہندی سے دلچسپی

اسکو عالمی تجارت کے ہندوستانی وزیر مسٹر منوبھائی شاہ سے یہاں ازبکستان کے وزرا کی کونسل کے نائب چیرمین مسٹر سرور عظیموف نے کہا کہ "ازبکی لڑکے اور لڑکیاں اردو ہندی پڑھنا چاہتی ہیں"۔ مسٹر شاہ نے کہا کہ "ہم کو خوشی ہوگی اگر ازبکستان کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہمارے عوام کی زبانوں کے بارے میں اپنا علم مکمل کریں"۔

تاس خبر رساں ایجنسی کے بیان کے مطابق مسٹر سرور نے کہا کہ ازبکستان میں ہر دس اسکولوں میں سے ایک اسکول میں ہندوستانی زبانیں طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں، دوسرے ماہرین کی طرح ہندی اور اردو پڑھنے والے ماہرین کو بھی اعلیٰ تعلیم دینے کے ادارے ہمارے یہاں موجود ہیں۔

روپیہ ڈیفنس ڈپازٹ سرٹیفکیٹوں میں لگائیں

شاخ انجمن علی گڑھ

انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کی مجلس عاملہ کا جلسہ ۸ر جولائی ۶۳ء کو جناب مولانا فاروق احمد صاحب کے دولت کدہ پر منعقد ہوا اور حسب ذیل تجاویز بہ اتفاق رائے پاس ہوئیں۔

تجویز ۱۔ انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کا یہ جلسہ حکومت یوپی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حکومت ہند کی وزارت تعلیم کے مرتب کردہ فارمولا "سہ لسانی" کو عملی شکل اس طرح دے جو اس کی اصل روح ہے یعنی انگریزی اور ہندی کے ساتھ کوئی جدید ہندوستانی (موڈرن لنگویج) پڑھائی جائے اور اسکول اور کالجوں میں مذکورہ زبانوں کی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے۔

یہ جلسہ حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ ان جدید زبانوں میں اردو زبان کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام کرے جو اس ریاست کی دوسری سب سے بڑی زبان ہے اور جو قومی یک جہتی کا ایک روشن مینارہ ہے۔

تجویز ۲۔ ممبران مجلس عاملہ سے درخواست کی جائے کہ وہ یہ اطلاع فراہم کریں کہ شہر علی گڑھ میں کتنے بیسک اسکول ہیں نیز اردو تعلیم کے سلسلے میں وہاں کیا انتظامات ہیں۔

(محمد ابرار احمد جنرل سکریٹری)

انجمن ترقی اردو شاخ گیا

انجمن ترقی اردو شاخ گیا کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۴ر جولائی ۶۳ء نے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں۔

تجویز نمبر ۱۔ انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخیں حسب ذیل مقامات میں قایم کی جائیں اگر پہلے سے موجود ہوں تو ان سے رابطہ قایم کر کے تنظیمی کاموں و دیگر اہم مسایل کے سلسلے میں اقدام کیا جائے۔

(ضلع گیا) نوادہ، اورنگ آباد، جہان آباد، شیرگھاٹی، داؤد نگر، ٹکاری، رفیگنج، اروَل، ہانجھر، کاکو، ہوسُوا، بارہ چٹی، ہُتُرگی، شیرگھاٹی، امبانوی

تجویز نمبر ۲۔ (الف) طے پایا کہ اردو مکاتب و مدارس نیز مختلف علاقوں میں انجمن ترقی اردو کے کاموں کے سلسلے میں ضلع کے تمام سب ڈویژنوں میں مختلف افراد پر مشتمل جلد از جلد وفود بھیجے جائیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ برائے صدر سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب سید علی حیدر صاحب، جناب ظہیر عالم صاحب۔

۲۔ ،، نوادہ سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب قاضی محمد حسین صاحب، صاحب

۳۔ ،، جہان آباد سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب خیر شاہ شکیل احمد صاحب، جناب سید علی منظور امام

۴۔ ،، اورنگ آباد سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب نواب احمد سعید صاحب، قادری صاحب، سید مظفر نواب صاحب، جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب، جناب مسعود احمد صاحب

(ب) مصارف سفر اراکین وفد رضاکارانہ طور پر خود برداشت کریں گے۔

(ج) یہ بھی طے پایا کہ ہر وفد اپنی تفصیلی رپورٹ ۲۰ر اگست ۶۳ء تک لازمی طور پر صدر یا سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ گیا کو دے دے۔

تجویز نمبر ۳۔ مجلس عاملہ انجمن ترقی اردو شاخ گیا ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن سے یہ استدعا کرتا ہے کہ اردو کے اسکولوں اور مکاتب میں جہاں کہیں اردو ٹیچرس کی کمی ہو جلد از جلد ان کی بحالی کی جائے۔

(سید ادیب حسن ادیب جوائنٹ سکریٹری)

برطانیہ کا پہلا اردو روزنامہ

برمنگھم کے اردو ہفت روزہ اخبار "ایشیا" کے منتظمین نے اعلان کیا ہے کہ عنقریب برمنگھم سے "ایشیا" نامی اردو روزنامہ شایع ہونے لگے گا۔ ہفتہ وار ایشیا یکم مئی سے برابر نکل رہا ہے۔

کیرل یونیورسٹی میں اردو کا ڈگری کورس

تری وندرم ۱۳ر جولائی۔ پتہ چلا ہے کہ کیرل یونیورسٹی نے اردو کا چار سالہ ڈگری کورس شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جن طلبا نے اردو مضمون میں ایس۔ ایس۔ ایل۔ سی اردو کا امتحان پاس کیا ہے وہی اردو ڈگری کے امتحان میں بیٹھنے کے مستحق ہوں گے۔ (یو۔ این۔ آئی) (الجمعیۃ)

سبکدوش استادوں کو اعزازی معاوضہ

نئی دہلی، ۱۶ر جولائی۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے یونیورسٹیوں اور کالجوں کے مختلف شعبوں میں تعلیم اور ریسرچ کے کام میں مدد دینے کی غرض سے ۴۳ سبکدوش استادوں کو چار ہزار روپیہ سالانہ اعزازی معاوضے اور ایک ہزار روپیہ سالانہ متفرقات کی مد میں دے کر سال رواں کے لیے منتخب کیا ہے۔ یہ امداد دو سال کے لیے ہے۔

اردو کے لیے ڈاکٹر منوہر سہائے انور اور سید مسعود حسن رضوی منتخب کیے گئے ہیں۔

(ہندوستان ٹائمز)

تیری (سلطان پور) میں اردو

محمد یوسف صدیقی صاحب نے "سیاست جدید" کے ذریعہ یہ خوش خبری مشتہر کرائی ہے کہ مسلسل جد و جہد کے بعد موضع تیری ضلع سلطان پور کے پرائمری اسکول میں ڈسٹرکٹ بورڈ نے اردو پڑھانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس لیے تمام اردو داں حضرات کو چاہیے کہ کوشش کر کے اپنے بچوں کے لیے اردو تعلیم کا انتظام کرائیں۔

ڈاکٹر لوہیا اور ہندی

قومی آواز کے اسٹاف رپورٹر کا بیان ہے کہ ڈاکٹر لوہیا نے لکھنؤ کے ایک جلسۂ عام میں دوران تقریر ہندی اور انگریزی کے جھگڑے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اب بھی اپنی پرانی بات کو دہراتا ہوں کہ "ہندی جائے جہنم میں پہلے انگریزی کو ملک سے نکالو"۔ انھوں نے کہا میرے خیال میں من کے میل دور ہو جانے سے ایک دن ہندوستان کے تمام صوبوں میں ہندوستانی بولی جائے گی اور اس فارمولے پر تمام دوسرے صوبوں کے عوام بھی متفق ہو جائیں گے۔

غزلیں

ایم اے عرشی انصاری

گلوں میں غنچوں میں سرو و سمن میں آگ لگی
بہار آتے ہی سارے چمن میں آگ لگی

جلا تو خاک کا ہر ذرہ جوئے شیر بنا
کچھ اس ادا سے دلِ کوہکن میں آگ لگی

تڑپ کے سینۂ وفا میں جلا جو پروانہ
تو جیسے شمع سرِ انجمن میں آگ لگی

نہیں ہے کوئی انا الحق پکارنے والا
کچھ ایسی عالمِ دار و رسن میں آگ لگی

وہ ہم نہیں ہیں اب تو بجھائے وہ دل میں جو بھڑکا
یہ کیسی جذبۂ حبِ وطن میں آگ لگی

جہاں کہیں مجھے دادِ سخن ملی عرشیؔ
سخن وروں کے دلوں میں تن بدن میں آگ لگی

منتظر ہیں بہار آنے کے

(شادؔ عارفی)

ساتھ چلنا پڑا زمانے کے
ورنہ ہم تھے فریب کھانے کے

خس و خاشاک آشیانے کے
جیسے ٹکڑے کسی فسانے کے

انقلابوں کی رُت ہے لیکن ہم
منتظر ہیں بہار آنے کے

"ہمسروں" میں کچھ اور ہیں کہ نہ ہوں
"آدمی ہوں" بڑے گھرانے کے

"جس کو اخفائے حال کہتے ہیں"
وہی بنتے ہیں "مسکرانے کے"

سو کی اک بات جانتے ہیں ہم
طور بے طور ہیں زمانے کے

ہوشمند و، جو عافیت چاہو
"ہنر نہ ہونا" کسی دوانے کے

کان کیوں کھا رہا ہے اے زاہد
ہم نہیں ہیں ترے سکھانے کے

جام لبریز کی طرح۔ کم ظرف
نہیں ہوتے ہیں منہ لگانے کے

ان کی غزلیں جتا رہی ہیں کہ وہ
میر و مرزا ہیں اس زمانے کے

شاعرانِ وطن پرست ہی شادؔ
کام کرتے ہیں جیل جانے کے

۱؎ صحیح بالکسر ہے (میر)

۲؎ بہ اعتبار سادگی قابلِ اختیار ہے۔

آفتاب شمسی

مہمان

غم کتنا ہی ہو سنگین
رات سیاہ ہو کتنی بھی
میرے جب بھی [illegible]
زخموں کے جلتے گلشن پہ چھڑکا
دل کا ہر رستا ناسور
آنسو پونچھ کے بولا
کون آیا
یہ کس نے پیار بھرے لہجے میں آواز دی
کون آیا
پگلی خشک ہوا پر [illegible]
آنسوؤں کے ریشم سے شاید آیا کوئی مہمان
پھر خود ہی یہ سوچ کے اس کی آنکھ بھر آتی
پیار کے مہمان تو واپس جانے کو آتے ہیں
غم کی دھوپ ڈھلتے ہی [illegible]
پر دل کے مہمان بہت ہی [illegible]

سید حرمت الاکرام

اس زمانے سے خفا ہم بھی ہیں
اس زمانے پہ فدا ہم بھی ہیں

زندگی کون ہیں سمجھے تھے ؟
کشتۂ رسم و وفا ہم بھی ہیں

کبھی آدم کی ہمیں بھی ہے تلاش
اپنی دنیا کے خدا ہم بھی ہیں

تیرگی کو ہے گلہ ہم سے بھی
اک خرابے کا دیا ہم بھی ہیں

جستجو کس کی ہے معلوم نہیں
سرگراں مثلِ صبا ہم بھی ہیں

دوسروں سے یہ سنا ہے کہ تری
ایک گم گشتہ ادا ہم بھی ہیں

ڈھونڈتے ہیں ترے دامن کی پناہ
واقفِ رازِ بقا ہم بھی ہیں

وہ ہمیں بھی کوئی فانوسِ جمال
ان کے چہرے کی ضیا ہم بھی ہیں

دوسروں سے ہو گلہ کیا حرمتؔ
اپنے دشمن بخدا ہم بھی ہیں

احسن جعفری

روشِ غم ہے وہی، دیدۂ پُرنم ہے وہی
تو نہیں ہے تو تری یاد کا عالم ہے وہی

گل کی سوغات لیے، کیفِ ملاقات لیے
رونقِ ابر و شبِ مہتاب کا موسم ہے وہی

تیرے ہی شہر میں اے جانِ وفا دیکھ ذرا
کوچہ کوچہ مری رسوائی کا عالم ہے وہی

اس نے یوں پیار سے دیکھا تھا کہ اے دوست ہنوز
زخمِ دل آج بھی شائستۂ مرہم ہے وہی

راحتِ زلف لیے عشرتِ عہدِ قرب لیے
پھر ترے لطف و پذیرائی کی شبنم ہے وہی

آزاد گلاٹی

ناکامیوں پہ اشک بہانے چلے تھے ہم
دل سے غبارِ درد اُٹھانے چلے تھے ہم

پلکوں پہ جگمگانے لگے اشک کے چراغ
یادوں کے دیپ دل میں جلانے چلے تھے ہم

راہوں پہ اشک بن کے بکھرتی چلی گئی
جو داستان ان کو سنانے چلے تھے ہم

ٹوٹے تو خار زار وہاں آئے چھوڑ کر
راہوں پہ تیری پھول بچھانے چلے تھے ہم

ان ہی سے زندگی کے اندھیرے بڑھا گئے
راہوں پہ جن کی دیپ جلانے چلے تھے ہم

آزادؔ ان کے کوچے میں یوں زندگی ملی
جیسے ابھی کے ناز اٹھانے چلے تھے ہم

فضا کوثری

ضبطِ غم کا جو حوصلہ ہوتا
پھر ستم اُن کا دل ربا ہوتا

تم کو پاکر ہی مطمئن ہے حیات
ورنہ لطفِ حیات کیا ہوتا

حسن کا نام عشق ہی سے ہے
میں نہ ہوتا تو حسن کیا ہوتا

زندگی زندگی کہاں ہوتی
تجھ سے جب تک نہ واسطہ ہوتا

وہ تو گلشن میں آشیاں نہ رہا
ورنہ کیا کچھ نہ اے فضاؔ ہوتا

نازشؔ انصاری

غم بھی ترے حسین ہیں بالکل تری طرح
جی چاہتا ہے یونہی مری آنکھ نم رہے

دنیا نے بارہا ہمیں دیوانہ بھی کہا
لیکن غمِ حیات میں ثابت قدم رہے

خود کھلتی جائیں گی غزل کی حقیقتیں
گیسوئے عشق میں جو یونہی پیچ و خم رہے

تم ہو قمر جمال یہ مانا سہی مگر
اپنے بھی داغِ عشق کسی سے نہ کم رہے

تنہا رہِ حیات میں ہم کا مزاج تھے
نازشؔ ہاں ساتھ زمانے کے ہم رہے

مفتوں کوثری

در و لب و مہتاب اگر کر الٰہی توبہ
چوٹ سی وہ کھائی ہے دل پر کہ الٰہی توبہ

دل شکستہ نظر افسردہ طبیعت مغموم
ستم کیفیت ہے منظر کہ الٰہی توبہ

ان کا دعویٰ وہ مسیحائی کا ماشاءاللہ
حال بیمار وہ ابتر کہ الٰہی توبہ

فلسفہ کر کے یہ مجبور ہے تباہی کا فریب
ہم جو سمجھے ہیں وہ بہتر کہ الٰہی توبہ

اک ذرا عشرتِ منزل کا خیال آیا تھا
کھائی ٹھوکر یہ وہ ٹھوکر کہ الٰہی توبہ

شکوۂ جور نہیں، اتنا گلہ ہے مفتوںؔ
اللہ اللہ وہ بھی بے رُخ کر کہ الٰہی توبہ

شاخ انجمن سمبل پور

۷ جولائی ۱۹۷۳ء کی شام کو ۵ بجے مجلس انتظامیہ اردو مڈل اسکول سمبل پور کی طرف سے اردو اسکول کے لیے نئی عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں ایک عام جلسہ ہوا جس میں شری ہیرن مشرا نائب وزیر اعلیٰ اڑیسہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھے۔ جلسہ کی صدارت شری بن مالی بابو ایم۔ اے۔ صدر مجلس انتظامیہ نے کی۔ جلسہ کا آغاز شیخ نجی بخش صاحب کے خطبۂ استقبالیہ اور سپاسنامہ سے ہوا۔ جس کے جواب میں شری ہیرن مشرا نے اردو میں تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں اردو زبان و ادب سے ہمدردی و دلچسپی کا اظہار کیا۔ نیز حکومت کی طرف سے زیر تعمیر اسکول کے لیے مالی امداد بہم پہنچانے اور ایک سال بھر کے اندر پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا وعدہ کیا۔ مزید برآں آپ نے کہا کہ کسی اسکول میں اردو کے صرف دو ہی طالب علم کیوں نہ ہوں ان کے لیے حکومت کی طرف سے مدرس کا تقرر کیا جائے گا اور اردو کے طلبا کو ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

اسی طرح کا ایک جلسہ ۲۶ فروری کو منعقد کیا گیا تھا جس میں شری سومناتھ مشرا ڈپٹی کمشنر سمبل پور نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی تھی۔ اور زیر تعمیر اسکول کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ مجوزہ اسکول کے لیے ستر ہزار روپیہ کی ضرورت ہے جس میں سے اب تک سولہ ہزار روپے صرف ہو چکے ہیں لہذا مزید رقم کی ضرورت تھی۔ آج کے جلسہ میں ریاض الدین صاحب نے دس ہزار کی رقم عطا کرنے کا وعدہ فرمایا نیز شری پی۔ این۔ کر، چیرمین میونسپل کاؤنسل، سمبل نے میونسپلٹی کی طرف سے کم از کم ڈھائی ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا۔

مجلس انتظامیہ کی طرف سے شری تارا چند ڈوگر نے مہمان خصوصی نائب وزیر اعلیٰ و دیگر حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔

کنور درگا سنگھ صدر، انجمن ترقی اردو سمبل پور۔

انجمن ترقی اردو کی شاخ آسام میں

شری دیو کانت بروا وزیر تعلیم آسام کی کوٹھی پر ۸ جولائی کی شام کو انجمن کی شاخ قائم کرنے کے لیے میٹنگ منعقد ہوئی۔ ان اصحاب نے میٹنگ میں شرکت فرمائی:

(۱) جناب فخر الدین علی احمد (وزیر مال)
(۲) بیگم فخر الدین علی احمد
(۳) کرنل این۔ ایس۔ پنڈا
(۴) پروفیسر سید محمد سلیمان شاہ
(۵) سید نقیب الرحمن
(۶) سید امداد علی
(۷) بیگم صفیہ احمد
(۸) شریمتی کے۔ کے۔ بروا (نائب وزیر تعلیم)
(۹) بیگم رشیدہ احمد
(۱۰) حمیدہ سلطان احمد
(۱۱) کرنل پی۔ ایچ لوتھرا
(۱۲) مسٹر و مسز قدوائی
(۱۳) جناب اشرف علی
(۱۴) جے۔ ڈی۔ بادیچہ
(۱۵) مظہر امام

حمیدہ سلطان نے تجویز پیش کی کہ بروا صاحب دلی میں جو اردو کا گھر ہے آٹھ سال رہے ہیں۔ اردو سے بروا صاحب کو محبت ہے اور اردو کے شاعروں اور ادیبوں سے وزیر تعلیم کی دوستی ہے۔ آسام شاخ کی صدارت کے لیے اگر بروا صاحب کا نام تجویز کیا جائے تو بالکل مناسب ہوگا۔ اس تجویز کی تائید متفقہ طور پر کی گئی۔ بروا صاحب کی صدارت میں کافی بحث مباحثہ کے بعد اجلاس نے طے کیا کہ آسام میں شاخ کے افتتاح کے موقع پر مشاعرہ بھی ہو۔ طے پایا کہ اگست کو مشاعرہ گوہاٹی میں اور ۱۲ کو شیلانگ میں ہو۔ صاحب صدر نے فرمایا حمیدہ سلطان آل احمد سرور جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند کو اس پروگرام سے مطلع کریں۔ صاحب صدر نے جن شعرا کو دعوت نامے مشاعرے کے لیے بھیجنے منظور کیے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت روش صدیقی
(۲) حضرت جمیل مظہری
(۳) جناب جگن ناتھ آزاد
(۴) جناب پرویز شاہدی
(۵) جناب جمیل اتساہی
(۶) جناب وفا ملک پوری
(۷) جناب ڈی۔ ایس۔ احمد رووان
(۸) جناب مظہر امام

یہ بھی طے پایا کہ شاعر عبدالوحی شکیل بدایونی اور رینا کماری ناز کو حمیدہ سلطان خط لکھیں اور اس مشاعرے میں شرکت کی دعوت دیں۔ اس کے بعد صدر محترم نے حاضرین سے مشورہ کرکے نائب صدر، خازن، سکریٹری، جوائنٹ سکریٹری اور اراکین انتظامیہ کمیٹی کا انتخاب کیا۔

نائب صدر بیگم فخر الدین علی احمد۔ خازن کرنل پی۔ ایچ لوتھرا، سکریٹری پروفیسر سلیمان شاہ۔ جوائنٹ سکریٹری نوکانت بروا۔ اسسٹنٹ سکریٹری حبیب الدین۔

ارکان انتظامیہ کمیٹی:

(۱) شریمتی کے۔ پی۔ تری پاٹھی (ہیلتھ منسٹر) (۲) جنرل شمشیر سنگھ
(۳) مسز کے۔ کے۔ بروا (نائب وزیر تعلیم) (۴) سید مظہر امام
(۵) شری جے۔ ڈی۔ بادیچہ (۶) بیگم رشیدہ احمد
(۷) اشرف علی (۸) محمد سلطان

طے پایا کہ تین یا چار ممبر اور ایک جوائنٹ سکریٹری صدر محترم شاخ کے باقاعدہ افتتاح سے پہلے آسام صوبے کے ارباب علم و ادب سے مشورہ کر لیں۔

میٹنگ کے اختتام پر حمیدہ سلطان نے صدر محترم اور حاضرین مجلس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ مجھے بڑی مسرت ہے کہ آپ لوگوں کے تعاون سے آج آسام میں بھی اردو کی تحریک شروع ہو گئی۔ اردو محبت کی زبان ہے یقین ہے کام اور دلچسپی یہاں پھلے اور پھولے گی۔

(حمیدہ سلطان)

معاصر

کشمیر میں اُردو

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں اردو تعصب اور تنگ نظری کی وجہ سے کس مپرسی کی منہ بولتی تصویر بن گئی ہے۔ اس کی ترقی کے دروازے تقریباً بند ہو رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں لے دے کر جموں و کشمیر واحد ریاست ہے جہاں اردو کو ریاست کی آفیشل زبان قرار دیا گیا ہے لیکن یہاں بھی سرکاری سطح پر اس زبان کی جو قدر و منزلت ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بخشی صاحب کی ذات گرامی کے سوا کوئی ایسا متقتدر شخص نہیں جس نے اردو کے ساتھ دلچسپی کا کبھی اظہار تک کیا ہو۔ کابینہ کے وزیر اردو اخبارات کو منہ نہیں لگاتے افسروں کی بات ہی نہیں وہ اردو کو پڑھنا اور لکھنا تو درکنار اس زبان کو بات چیت کا ذریعہ بنانا بھی کسر شان سمجھتے ہیں۔ ہمارے محکمے خاص طور پر محکمۂ اطلاعات سارا کام انگریزی ہی میں کرتے ہیں۔ پمفلٹ وغیرہ، پریس نوٹ اور سرکاری سرگرمیوں اور اطلاعات کی زیادہ تر اشاعت انگریزی ہی میں ہوتی ہے۔ البتہ بعد میں بعض کا اردو ترجمہ کروا لیا جاتا ہے۔ اردو اخبارات اور رسائل کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ اس زبان کی ترقی کے لیے کسی اہم اقدام کا تو سوال ہی نہیں۔ نامعلوم ریاست کے آئین میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت دینے سے کیا مراد تھی جب کہ اس زبان کا استعمال بتدریج کم ہی ہوتا جا رہا ہے۔ سرکاری محکموں کے تقریباً سبھی اشتہارات اخبارات میں انگریزی ہی بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ اردو اخبارات میں بھی سرکاری اشتہارات انگریزی ہی میں چھپوائے جاتے ہیں۔ اس سے بھی بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اردو اخبارات میں بھی حکومت کے کاموں کی تشہیر کا ذریعہ انگریزی زبان ہی کو بنایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود اردو جیتی رہی ہے۔ ریاست جموں و کشمیر میں سرکاری سطح پر اردو کی ترقی کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا تھا لیکن اب تک اس طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اگر حکومت چاہے تو کشمیر میں اردو کو آفیشل زبان بنایا جا سکتا ہے لیکن یہ کام کلچرل اکاڈیمی کے تحت چند ایک کتابوں یا ایک عدد رسالے کی اشاعت سے ممکن نہیں۔ اس کے لیے سرکاری محکموں اور خاص طور پر محکمۂ اطلاعات اور محکمۂ تعلیم کے موجودہ طرز عمل اور سرکاری محکموں میں کام کرنے والے افسروں اور اہلکاروں کے طرز فکر کو بدلنا ہوگا۔ جب تک سرکاری سطح پر اردو کی ترقی کے لیے کوئی موثر کارروائی نہ کی جائے گی۔ ریاستی آئین میں اردو کو ریاست کی آفیشل زبان قرار دیے جانے کا فیصلہ بے مقصد اور کاغذی گھوڑے دوڑانے کے مترادف ہے اور مستقبل میں یہاں بھی اردو کا وہی حشر ہوگا جو ملک کے دوسرے حصوں میں ہو رہا ہے۔ (اداریہ آفتاب سری نگر)

اسرائیل میں ذریعۂ تعلیم

ہندوستان نے اسرائیل سے سفارتی تعلقات تو قائم نہیں کیے لیکن بمبئی میں اسرائیل نے اپنا قونصل خانہ کھول رکھا ہے اس کی طرف سے ایک خبرنامہ NEWS FROM ISRAEL کے نام سے شائع ہوتا ہے اس کا ایک صفحہ سوال و جواب کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی تازہ اشاعت میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اسرائیل کے اسکولوں میں ذریعۂ تعلیم کیا ہے؟ کیا وہاں مذہبی تعلیم لازمی ہے یا اختیاری اور مختلف مذاہب کے ماننے والے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم کا انتظام کس طریقہ پر کیا گیا ہے؟

اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ

(۱) اسرائیل میں سرکاری طور پر مذہبی اور سیکولر دونوں طرح کے اسکول قائم ہیں یہودی والدین کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خواہ مذہبی اسکولوں میں تعلیم دلائیں یا سیکولر اسکولوں میں۔ ان اسکولوں میں ذریعۂ تعلیم عبرانی زبان ہے۔

(۲) اسرائیل کے ایک تہائی بچے مذہبی اسکولوں میں اور دو تہائی بچے سیکولر اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

(۳) عرب بچوں کی تعلیم کے لیے ریاست میں ۲۰۸ اسکول قائم ہیں جن میں والدین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے عربی کو ذریعۂ تعلیم بنایا گیا ہے۔ یہ عرب والدین کی قدرتی خواہش ہے اور ان کی خواہش کو پورا کیا گیا ہے۔ عبرانی زبان ان بچوں کو چوتھے درجہ سے سکھائی جاتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے عرب طلبا کے لیے عبرانی زبان کا جاننا ضروری ہے۔

عربوں کے لیے عربی زبان

یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اسرائیل میں عرب بچوں کے لیے علیحدہ اسکول قائم ہیں جہاں عربی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے اور والدین کی قدرتی خواہش کا احترام کیا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں اسرائیل کو عربی زبان کے لیے یہ تکلف ہرگز نہ کرنا پڑتا اگر وہ تعلیم کے بارے میں ہندوستان کا شاگرد رشید بن جاتا۔ یہاں والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اردو زبان میں تعلیم دلائیں مگر اس کے لیے ٹال مٹول کا جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس کو بیان کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ زبانی جمع خرچ کچھ ہے اور عمل کچھ اور ہے۔ یہاں اردو کو ختم کرنے کے لیے مختلف عذرات تراشے گئے ہیں یعنی اردو غیر ملکی زبان ہے۔

پاکستان بننے کے بعد اُردو پاکستان کی زبان ہو گئی۔

اُردو کوئی زبان ہی نہیں۔

گر ہے تو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔

اُردو ہندی کی ایک شیلی ہے۔

اُردو کو دیوناگری میں نہیں فارسی رسم خط میں لکھا جاتا ہے۔

اُردو بولنے والوں کی اکثریت کسی علاقہ میں نہیں۔

اگر اسرائیل چاہے تو وہ اسرائیل سے عربی زبان کو ختم کرنے کے لیے ان عذرات سے بہت بڑا کام لے سکتا ہے۔

(الجمعیۃ)

ہماری زبان سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں تاکہ تعمیل جواب فوری کی جائے۔ (منیجر)

ترقی اردو بورڈ کراچی

ترقی اردو بورڈ نے اپنی ضخیم تاریخی لغت کی پہلی جلد مرتب کر لی ہے۔ دوسری جلد کے تقریباً ایک چوتھائی حصے کی تشریح نگاری بھی کی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ باقی ماندہ تمام جلدوں کے لیے الفاظ و اسناد کا ذخیرہ جمع کر لیا ہے۔ اس ذخیرہ میں تقریباً چھ لاکھ کارڈ شامل ہیں یعنی چھ لاکھ کے قریب مثالیں، الفاظ و محاورات کے استعمال کی جمع ہو گئی ہیں۔ اس سلسلے میں تقریباً دو ہزار کتابوں سے مدد لی گئی ہے مزید جستجو اور اخذ الفاظ و اسناد کے لیے مزید کتابوں کا مطالعہ جاری ہے مطالعہ کتب اور اخذ الفاظ کی مہم میں اب تک مستقل عملے کے علاوہ ٢٠٠ سے زائد بیرونی اصحاب سے کام لیا جا چکا ہے جن میں سے اکثر اصحاب نے نیم اعزازی طور پر اور بہت کم اصحاب نے اعزازی طور پر کام کیا۔ ترتیب لغت کے علاوہ بورڈ نے حکومت کی اجازت سے بہت محدود پیمانے پر نایاب یا کمیاب کتابوں کی اشاعت کا کام بھی سنبھالا۔ اس سلسلے کی تازہ ترین مطبوعات میں "رسوم دہلی" از مولوی سید احمد مولف "فرہنگ آصفیہ" (مرتبہ یوسف بخاری) اور مولانا آزاد کی درسی کتابوں کا سلسلہ (اردو کی پہلی تا چوتھی کتاب) شامل ہے۔ "خاور نامہ رستمی" بیجاپوری مرتبہ چاند حسین شیخ اور دیوان زادہ حاتم مرتبہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی طباعت کے لیے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ فرانسیسی کے ذریعہ اردو سکھانے کے لیے اردو فرنچ پرائمر مرتبہ پروفیسر رحمت علی (پیرس یونیورسٹی) اس وقت زیر طبع ہے۔

لغت کی اعزازی مجلس ادارت کا اجلاس ٢٨ جون سے ٥ جولائی سنہ ٦٣ء تک منعقد ہوا جس میں مقامی ارکان کے علاوہ ڈاکٹر عندلیب شادانی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اور پروفیسر طاہر فاروقی نے شرکت فرمائی۔ ایک اور دس روزہ اجلاس ۳۰ سے منعقد ہوگا۔

(شان الحق حقی، ممبر سکریٹری (اعزازی))

ڈاکٹر احراز نقوی کے اعزاز میں ادبی نشست

لکھنؤ ۹ جولائی۔ اردو کے ناقد اور محقق ڈاکٹر نقوی کی یہاں آمد کے موقع پر لکھنؤ کے ادیبوں کی جانب سے ان کے اعزاز میں ایک ادبی نشست کی گئی۔

ڈاکٹر احراز نقوی نے اردو کے موجودہ مسائل اور رجحانات کے بارے میں فکر انگیز خیالات کا اظہار کرتے ہوئے سامعین کی جانب سے پوچھے جانے والے مختلف سوالات کے جواب دیئے۔

پروگرام کے مطابق ادبی نشست کے دوسرے دور میں جسٹس پنڈت آنند نرائن ملا نے اپنے کلام اور فن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

(آفتاب احمد، کنوینر ادبی نشست)

[illegible]

اردو ہندی نتیجے میں حیرت انگیز مطابقت

الہ آباد ۲۲ جون۔ ہندی بولنے والے صوبہ یوپی میں ہائی اسکول کے امتحان کے نتائج کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ مراٹھی، گجراتی، کنڑی اور اڑیا زبانوں میں سو فی صدی طلبا کامیاب ہوئے۔

دوسری زبانوں میں امتحان پاس کرنے کا اوسط یہ ہے:

سندھی ۹۸ فی صدی، بنگالی ۹۳ اعشاریہ چھ فی صدی، پنجابی بحروف گورمکھی ۹۳ فی صدی، اردو ۸۸ اعشاریہ ۲ فی صدی، ہندی ۸۸ اعشاریہ ۲ فی صدی۔

غیر ملکی زبانوں میں کامیابی کا سب سے اچھا اوسط روسی زبان کا ہے جس میں سو فی صدی کامیابی رہی۔ انگریزی میں ۵۵ اعشاریہ تین فی صدی اور جرمن میں ۵۳ اعشاریہ دو فی صد لڑکے کامیاب ہوئے۔ (قومی آواز)

ادارۂ ادبیات اردو

ادارۂ ادبیات کی ایک فہرست مطبوعات جلد سوم شائع ہو چکی ہے اس میں تقریباً تین ہزار کتابوں کا ذکر ہے۔ اس فہرست میں کئی ایسی مطبوعات شامل ہیں جو نایاب ہو چکی ہیں۔ آج بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ انجینیرنگ کالج رڑکی کا اپنا ایک پریس تھا، جہاں فن انجینیری پر انگریزی سے اردو میں کتابیں ترجمہ کی جاتی تھیں، اور اپنے طلبا کے استفادے کی خاطر انھیں شائع کیا جاتا تھا۔ ترجمہ کرنے والے کالج کے اساتذہ تھے جن میں چند کے نام گرامی یہ ہیں: شنبھو داس، منوہر لال، کنھیا لال، اور شیخ بینچا۔ ان حضرات نے لوکارتھم، حساب، الجبرا، ہندسہ، مساحت وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر کتابیں ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہیں اور اس فہرست میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی ایسی مطبوعات ہیں جو آج نایاب ہو چکی ہیں۔ (سب رس)

اورنگ زیب کے سکوں میں دیوتا کی تصویر

لکھنؤ کے عجائب خانے اورنگ زیب کے ایسے دو سکے ملے ہیں جن پر ایک ہندو دیوتا کی تصویر کندہ ہے۔ یہ دونوں سکے بیجاپور ٹکسال سے ڈھالے گئے۔ ان پر ۱۱۱۱ ہجری مطابق ۱۶۹۹ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے ان دونوں سکوں پر ٹکسال کا نام اور ڈھلائی کی تاریخ بھی موجود ہے۔ ایک طرف شہنشاہ اورنگ زیب کا نام ہے اور ایک چھوٹا سا نشان ہے جو آتشی شیشے کی مدد سے دیکھنے پر ایک ہندو دیوتا وٹھوبا دیو کی تصویر معلوم دیتی ہے۔ وٹھوبا دیوتا کو مہاراشٹر اور جنوبی ہند میں پوجا جاتا ہے، شولاپور کے ایک مندر میں اس کی مورتی بھی رکھی ہوئی ہے۔

شام غالب "ایک نئے انداز سے"

بنارس میں وسط جون کی ایک شام کو غالب اکاڈمی نے گنگا میں ایک بجرے میں بڑی دھوم سے شام غالب منائی۔

اردو کے شعرا نے اپنی نظموں کے ذریعہ مرزا کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اکاڈمی کے ڈائرکٹر نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس شام کی اہمیت ان پر واضح کی۔

مراسلات

انجمن تعمیر اردو میں منشاء صاحب کی تقریر

آپ کے اخبار مورخہ ۸ جولائی ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۹ پر انجمن تعمیر اردو دلی کے جلسے کی ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس جلسے کی صدارت ناگپور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے لکچرار جناب محمد منشاء الرحمن خاں منشاء نے فرمائی تھی۔ صاحب موصوف نے اپنی صدارتی تقریر میں حکومت مہاراشٹر کے اردو سے متعلق جس "مستحسن رویہ اور امداد" کا ذکر فرمایا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت مہاراشٹر بالخصوص ودربھ مہاودیالیہ نے جس سے منشاء صاحب متعلق ہیں اردو سے متعلق ہر مستحسن اقدام اور قابل ذکر امداد کو یک لخت ختم کر دیا ہے۔ اس وقت میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ صرف منشاء صاحب سے اتنا ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے اس ودیالیہ نے اپنے رسالے کا اردو سیکشن کیوں ختم کر دیا؟ اس ودیالیہ کے اردو کے لکچرار اردو سے متعلق اجتماعات میں کیوں شریک نہیں ہو سکتے؟

جہاں تک حکومت مہاراشٹر کی تعلیمی پالیسی کا تعلق ہے اس کا میں جائزہ لے رہا ہوں۔ اب تک جو باتیں علم میں آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ودربھ کی بہت سی ضلع پریشدوں نے اپنے یہاں کے اکثر اردو کے اسکول بند کر دیے ہیں۔ جن جن مقامات کے اردو اسکول بند کیے گئے ہیں وہاں اردو پڑھنے والوں کی تعداد قانون کے مطابق چالیس سے زیادہ ہی تھی۔ یہ ہوا حکومت مہاراشٹر کا مستحسن اقدام اور اب امداد کا حال سنیے۔ حکومت مہاراشٹر کے سوشل ویلفیر نے ودربھ کے ایک ممتاز اور کہنہ مشق شاعر کو جو ہر طرح امداد کا مستحق ہے امداد دینے سے انکار کر دیا جب کہ ودربھ میں ہندی اور مرہٹی کے بہت سے فن کاروں کو امداد دی جا رہی ہے۔ اسی طرح ودربھ کے واحد ادبی ماہنامے "خیال" کو مسلسل کوششوں کے باوجود سرکاری فہرست میں شامل کرنا عبث سمجھا گیا جب کہ وہ پانچ سال سے برابر نکل رہا تھا اور اسی کے مقابلے میں ہندی اور مرہٹی کے ان رسائل کو جو صرف چند ماہ پہلے جاری ہوئے سرکاری اشتہارات ملنے لگے۔

کیا منشاء صاحب ان ہی حقائق کے پیش نظر حکومت مہاراشٹر کے مستحسن اقدامات اور امداد کی تعریف فرما رہے ہیں یا کچھ اور ہی منشا پیش نظر ہے؟

فیض انصاری سکریٹری انجمن ترقی اردو ودربھ ریجن، کامٹی

چند باتیں

۱۔ مژدہ ہے کہ رسالہ سائنس دوبارہ جاری کیا جا رہا ہے

کہ بعد مدت کے ترسے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش

خدا کرے جاری ہو اور فوراً سے پیشتر جاری ہو۔ درخواست ہے کہ اسے مشہور انگریزی رسالے POPULAR SCIENCE کے ڈھنگ پر ہونا چاہیے، قیمت کم سے کم اور چھپائی ٹائپ کی پہلی سی بہت بڑے پیمانے پر ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ طلبا خریدار بن جائیں۔

۲۔ ایڈیٹر کا مشورہ ہے کہ "خورشید الاسلام" کو "خورشیدِ اسلام" اور "اختر الایمان" کو "اخترِ ایمان" لکھا جائے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ آخر عربی ترکیب ہی کو نکال باہر کرنے میں کیا حرج ہے؟ اس قسم کے نام رکھنے ہوں تو فارسی اضافت کے ساتھ رکھیے۔

خورشیدِ اسلام، اخترِ ایمان، عبدِ رشید

اور اگر جسارت زیادہ ہو تو اس اضافت کو بھی نکال باہر کیجیے معلوم اس طرح بھی ادا ہو جائے گا۔

۳۔ ہمارے لوگوں کی اردو تحریر تو کبھی بڑی بدنما ہوتی ہے۔ ریڈر ریبنگ کو چاہیے کہ کتابت نہ کرا کر ٹائپ استعمال کرے۔ ہمدرد دواخانہ کو پرچۂ ترکیب استعمال ٹائپ میں چھپوانے چاہئیں۔

۴۔ ہمارے بعض رسالوں اور پرچوں میں بڑے گندے اور اخلاق سوز اشتہارات نکلتے ہیں۔ ان کا بند ہونا ضروری ہے۔ ہماری صحافت پاک صاف رہنی چاہیے۔

(خدا کیلئے خادمانِ اردو، اقبال کرشن)

اردو کو یوپی کی تیسری زبان تسلیم کیا جائے

میں جناب والا کی توجہ "ہماری زبان" مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۳ء کی خبر بعنوان "اردو کو یوپی کی تیسری زبان تسلیم کیا جائے" میں ناموں کی دو غلطیوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ (۱) جلسے کے صدر کا نام ابو شیو ناتھ پرشاد اور (۲) کنوینر کا نام محمد ضمیر عالم ہے۔ (ضمیر عالم)

انجمن تعمیر اردو دہلی

جنرل سکریٹری صاحب انجمن تعمیر اردو دلی اطلاع دیتے ہیں کہ گزشتہ چار جلسوں (اتوار ۲۳ و ۳۰ جون اور ۷ و ۱۴ جولائی) حسب معمول چار ادبی جلسے انجمن مرکز کے زیر اہتمام کامیابی سے انجام پائے جن کی ہفتہ وار تفصیلی رپورٹ نہیں دی جا سکی۔

ایک علمی کتاب جس کی بنیاد سائنسی ایجادوں کے سماجی پس منظر پر ہے

سائنس سب کے لیے

اس ذہین اور بالغ طبقے کے لیے جو محسوس کرتا ہے کہ سائنس کے اثرات تمام حقیقی تعمیری سماجی سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔ اردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں سائنس کی تقریباً تمام شاخوں کے متعلق مفید، مسلسل اور مربوط معلومات اپنے سماجی پس منظر کے ساتھ درج ہے۔

انسانی زندگی کو بہتر اور خوش تر بنانے کی ایک عظیم کوشش

مصنف: لانسلوٹ ہوگبن

مترجم: آفتاب حسن

صفحات ۱۲۰۴ دو جلدوں میں۔ قیمت چالیس روپے

علوی بک ڈپو۔ محمد علی روڈ۔ بمبئی ۳

آگرہ میں غالب کی یادگاریں محفوظ ہیں

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ آگرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے نام پر شہر میں ۲ محلے ہیں اور دونوں بے حد گنجان آباد ہیں۔ ایک کا نام بڑا غالب پورہ اور دوسرے کا نام چھوٹا غالب پورہ ہے۔ بڑا غالب پورہ اس تاریخی مکان کے پاس ہے جہاں مرزا غالب پیدا ہوئے تھے۔ اس کا نام کالا محل ہے۔ کالا محل اگرچہ محکمۂ آثار قدیمہ کے تحت محفوظ عمارت نہیں ہے لیکن یہ آثار قدیمہ کی تحویل میں بہت سی عمارتوں سے زیادہ اچھی حالت میں ہے۔ اس محل میں لڑکیوں کا ایک اسکول ہے جہاں ہر سال بزم غالب کے زیر انتظام "مرزا نوشہ" کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے اور مشاعرہ ہوتا ہے۔

کالا محل کسی زمانے میں جودھ پور کے راجا گج سنگھ ولد راجا سورج سنگھ کی حویلی تھی جو اکبر کے ساتھ گجرات کی مہم میں شریک تھے غالب کے سپاہی پیشہ والد مرزا عبد اللہ بیگ اسی حویلی میں رہتے تھے اور مرزا غالب یہیں پیدا ہوئے اور یہیں اپنے چچا مرزا نصر اللہ بیگ کی تربیت میں پلے بڑھے۔ مرزا غالب کے والد جب وہ پانچ برس کے تھے یعنی سنہ ۱۸۰۲ء میں جنگ میں مارے گئے تھے۔

غالب نے اپنے آگرہ کے قیام کے دنوں کا تذکرہ بڑے چاؤ سے کیا ہے۔ رات کے وقت وہ کالا محل کے نیچا تاک کے اوپر کے کمرے میں بیٹھتے جہاں شطرنج کھیلتے اور شاہد و شراب کی باتیں کرتے" دن میں وہ بنارس کے راجا چیت سنگھ کے لڑکے بلونت سنگھ کے ساتھ پتنگ اڑاتے ۔ بلونت سنگھ بھی اردو فارسی کے اچھے شعرا میں تھے۔

(قومی آواز)

چند ضروری باتیں

۲۰ جون سنہ ۱۹۶۳ء کو شمارہ نمبر ۲۲ ملا۔ پڑھ کر بے حد خوشی محسوس ہوئی۔ اس میں اردو رسم خط اور املا کی اصلاح کے بارے میں جو تجویزیں دی ہیں واقعی میں ایسے مضمون کی ضرورت تھی۔ اور اصلاحوں کی بہت گنجائش ہے۔ اردو زبان میں ایک ایسی ڈکشنری کی ضرورت ہے جس میں تلفظ ہوں۔ تین زبانوں کے فارمولے کو جو رائج کیا جا رہا ہے اس میں اردو کے لیے کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ہندوستان میں تقریباً ہر صوبہ میں (یو۔ پی، پنجاب، جموں اور کشمیر، ہماچل) کو چھوڑ کر تیس فی صدی آبادی اردو داں ہے اور مندرجہ بالا صوبوں میں اسی فی صدی آبادی اردو لکھ پڑھ اور سمجھ سکتی ہے۔ پنجاب کا دوڑا، کھتری، سکھ، کرسچین، ہندو، مسلمان، برہمن، ہریجن وغیرہ چاہے وہ امرتسر کا ہو چاہے وہ مہندر گڑھ کا۔ کلو کا ہو یا شملہ کا ہو نابھہ کا ہو (یہ اپنی نسل سے ہونا چاہیے) اردو سے بخوبی واقف پایا گیا۔

(مہابیر پرشاد متل شاد)

صاحب گنج میں اردو تعلیم کی دشواریاں

صاحب گنج ضلع سنتھال پرگنہ میں اردو تعلیم کے مسئلے پر بے توجہی و غفلت برتی جا رہی ہے۔

میونسپلٹی کے ماتحت ایک گرلز مڈل اسکول میں اردو طالبات کی کافی تعداد ہونے کے باوجود ابھی تک اردو ٹیچر کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ بار بار توجہ دلانے پر بھی نتیجہ صفر کے برابر ہے۔ نیز گرلز ہائی اسکول میں بھی اردو طالبات کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم پر کافی اثر پڑ رہا ہے۔ مقامی ڈوربالی ہائی اسکول کا بھی سلوک اچھا نہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اسکول کمیٹی اردو ٹیچر کا خرچ برداشت نہیں کر سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس اسکول میں اردو طلبا کی تعداد بہت گھٹ گئی۔ پبلک ہائی اسکول میں اردو طلبا کی تعداد کثیر ہے جہاں صرف ایک اردو ٹیچر ہے وہ بھی برائے نام۔ بار بار یاد دہانی کرائی گئی مگر اب تک کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔

تعلیمی شعبہ میں جب اردو کے ساتھ یہ حال ہو تو زندگی کے دوسرے شعبوں میں اردو کا کیا حال ہوگا۔

(محمد عطاء الدین بحوالہ آزاد ہند)

خاص مشاعرے

حافظ محمد یونس خاں قمر واحدی ناظم مطبع فرماتے ہیں، جے پور میں بیشتر علم و ادب شعر و سخن کی سرگرمیاں ہیں خصوصیت پر ذوق رکھنے کی غرض سے تاریخ ۱۶ جون سنہ ۱۹۶۳ء کو بروز یکشنبہ بوقت ۴ بجے دن حسب ذیل شعرا (تخلص بہ ترتیب حروف تہجی ہیں) ہمدرد دواخانہ جے پور میں جمع ہوئے۔

آرزو۔ اختر۔ الکن۔ بے تاب۔ پارسا۔ جگر۔ سخن۔ شاغل۔ شیدا۔ صبا۔ عشقی۔ عطا۔ فارغ۔ قمر۔ واقف۔

بعد مشورہ بالاتفاق قرار پایا کہ حسب ذیل طریق کے مخصوص ماہانہ مشاعرے جاری کیے جائیں۔ جن کا مقصد زبان و ادب کی خدمت کے علاوہ اتحاد و ارتباط کی وسعت اور مسابقت کی ادبی کوشش بھی نیز وقت کی کفایت بھی۔ اس طرح کہ بجائے مصرع طرح حسب ذیل مطلع طرح کیا جاتا ہے:۔

اُٹھ کے وہ شکوے کرتے ہیں اللہ کس ادا کے ساتھ　　بے طاقتی کے طعنے ہیں عذرِ جفا کے ساتھ

مشاعرے میں شریک ہونے والے شعرا اپنے مطلع انھیں قوافی میں اسی ترتیب سے کہیں گے۔ "ردیف" کے ساتھ "پوری غزل صرف پانچ شعر کی ہوگی۔ باقی تین اشعار اور مقطع کے لیے حسب ذیل قوافی مخصوص ہیں:۔

شعر اول قافیہ دعا۔ شعر دوم قافیہ وفا۔ شعر سوم قافیہ خطا۔ مقطع قافیہ خدا۔

پانچ شعر سے زائد یا کسی دوسرے قافیہ کا شعر پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی نیز وہی ممبر شعرا اپنا کلام سنائیں گے جو مشاعرہ شروع ہونے تک تشریف لے آئیں گے۔ صدر مشاعرہ کوئی نہ ہوگا۔ ایسے مشاعرے ہر ماہ مختلف مقامات پر ہوا کریں گے۔ مشاعرے کے مصارف وہی شاعر برداشت کرے گا جس کے مکان پر مشاعرہ ہوگا اور بزم سادہ طریق پر ہوگی تاکہ ہر شخص بآسانی منعقد کر سکے۔ اور ہم

ہر ماہ مشاعرہ کی تاریخ و طرح اور مقام کا اعلان مقررہ شاعرہ پر کر دیا جائے گا۔ دعوت نامے جاری نہ ہوں گے۔ اہل ذوق اپنے احباب کو ہر شاعر خود دعوت شرکت دیا کرے گا۔ ان مشاعروں کی روداد مع مکمل فہرست ہر ماہ شائع ہو کر تقسیم ہوا کرے گی جس کے لیے فی الحال مبلغ چار روپیہ تک ہر مہمان شاعر بخوشی چندہ ادا کرے گا۔

سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اردو راجستھان

(جو مجلس عاملہ انجمن کے اجلاس منعقدہ ۲۳ جون ۱۹۶۳ء میں پڑھی گئی)

تمہید انجمن ہذا کی پہلی سہ سالہ رپورٹ کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے اور دوسری اخبار "ہماری زبان" ۱۵ و ۲۲ جون ۱۹۶۲ء میں۔ اب یہ یک سالہ رپورٹ ابتدائے یکم اپریل ۱۹۶۲ء لغایت ۳۱ اپریل ۱۹۶۳ء پیش کی جا رہی ہے۔ البتہ بعض ضروری و اہم معاملات کا حال بغرض مکمل معلومات تا تاریخ امروزہ عرض کیا جاتا ہے۔

تعلیم انجمن ہذا کے پیش نظر بحالت موجودہ اولین و اہم مسئلہ تعلیم اردو کا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جہاں تک حکومت راجستھان کے احکام جاری کرنے کا تعلق ہے وہ انجمن کی سعی مشکور ہے اور حکومت ایک حد تک اپنے فرض سے سبکدوش۔ مگر تعمیل کے لحاظ سے انجمن کے واسطے یہ عقدہ بدستور لاینحل بنا ہوا ہے اور حکومت کا فرض عمل ہنوز باقی۔ اس لیے کہ پرائمری درجوں میں تیسرے غایت درجہ چہارم تک صرف اردو کی ریڈریں پڑھائی جاتی ہیں، اور وہ بھی سب جگہ نہیں۔ باقی مضامین کی کتابیں کہیں بھی نہیں۔ بلکہ نہ کتابیں نامزد ہیں، نہ سلیبس میں ان کا ذکر ہے، نہ اردو کے ٹیچروں کا خاطر خواہ انتظام ہے، نہ اردو کو ذریعۂ تعلیم بنایا گیا ہے۔

وجوہ عدم تعمیل اس عدم تعمیل کی صرف دو وجہ ہیں:۔

اوّل۔ یہ کہ بیشتر ماتحت ملازمان محکمۂ تعلیم مثل ہیڈ ماسٹر، ایس۔ ڈی۔ آئی اور کچھ ان سے اوپر کے افسر بھی نیز پنچایتوں اور کمیٹیوں کے عہدیدار، حکومت کے احکام کی تعمیل نہ کرنے میں بہت دلیر ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ موجودہ زمانے میں عدول حکمی کوئی جرم نہیں۔

تعلیم کی بابت راجستھان حکومت کا بالکل صاف حکم ہے کہ جہاں کسی پرائمری کلاس یعنی درجہ اول سے پانچویں تک کسی ایک کلاس میں دس یا پورے اسکول میں چالیس طلبا اقلیاتی مادری زبان کے ہوں تو ان کی مادری زبان کے ذریعہ مادری زبان کی تعلیم دی جائے گی۔ آج مثال کے طور پر قصبہ مرانہ کی ایک ڈھانی کا اسکول بتایا جا سکتا ہے جس میں چالیس سے زیادہ طلبا کئی برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اور ان کے سرپرست برابر درخواستیں دے رہے ہیں۔ بڑے افسروں سے مل رہے ہیں مگر جو لوگ کہ وہاں ایس۔ ڈی۔ آئی اور بی۔ ڈی۔ او۔ اردو جاری کرنا نہیں چاہتے اس لیے وہ گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے اور حقیقت ہے کہ ان کی نامزد شکایت کرنے پر بھی، ان کو کوئی چشم نمائی تک نہیں ہوتی۔ اسی سے دیگر مقامات کے حالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

دوم۔ خود اردو والوں کی بے حسی، غفلت، بے علمی اور ناعاقبت اندیشی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس طرح کہ وہ صرف افسروں کے رحم و کرم یا دوسروں کی کوشش یا ذاتی مایوسی یا عدم صلاحیت کا دفع الوقتی کا شکار ہیں۔

مذکورۃ الصدر حکم کی نقول مع حوالہ تاریخ و نمبر انجمن ہذا کتابچہ پوسٹر، ہینڈ بل اور گشتیوں کے ذریعہ بار بار شائع کر چکی۔ اخبارات میں طبع کرا چکی۔ مختلف اجتماعات میں اعلان کر چکی۔ مگر عینا بعض صاحبان نے تو پڑھا اور سنا بھی نہیں بعض پڑھ کر یا سن کر بھول چکے۔ کچھ لوگ یقین کامل کے ساتھ اردو سے عام بے نیاز ہیں، کچھ صاحبان کبھی کبھار ان احکام کی نقل تو طلب لیتے ہیں مگر اس کی غرض اور نتیجے سے اطلاع تک دینے کی تکلیف نہیں فرماتے۔

یہی وجہ ہے کہ انجمن ہذا نے بار بار یہ گوشوارہ طلب کیے کہ جن پرائمری اسکولوں میں گورنمنٹ کی منظور کردہ تعداد طلبا پوری ہے اور وہاں اردو کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے اس کی تفصیل مقررہ فارم پر بھیجیں۔ مگر زیادہ تر مقامات سے تفصیل کیا رسید تک نہ ملی۔ صرف چند مقام ایسے ہیں جہاں کے لوگ مسلسل جد و جہد کر رہے ہیں اس لیے یقین ہے کہ وہ کامیاب ہوں گے۔

تعلیم کے سلسلہ میں حسب ذیل شکایات ابھی بدستور باقی ہیں:۔

چند شکایات (الف) جہاں اردو پڑھنے والے طلبا بھی تھے اور اردو پڑھانے والے ٹیچر بھی۔ وہاں سے ٹیچروں کو تو ایسی جگہ بدل دیا گیا جہاں اردو کا کوئی طالب علم نہیں، اور اردو والوں کے لیے ایسے ماسٹر مامور کیے گئے جو خود بھی اردو نہیں جانتے۔ ع زہے خوش نظمی اہل حکومت۔

(ب) یہ شکایات بھی سننے میں آ رہی ہیں کہ بعض ہیڈ ماسٹر اب تک طلبا کے سرپرستوں کو بہکا دیتے ہیں کہ وہ اردو پڑھائیں گے تو نقصان اٹھائیں گے، اور کچھ ایس۔ ڈی۔ آئی اپنے ہیڈ ماسٹروں کو یہ تدبیر بھی بتاتے ہیں کہ وہ طلبا کے سرپرستوں سے لکھوا لیں کہ ہم اردو پڑھوانا نہیں چاہتے۔ یا کسی کلاس میں دس یا پورے اسکول میں چالیس طلبا ہونے ہی نہ دیں۔

(ج) نصاب کی کتابوں کی دستیابی کا کوئی انتظام اب تک نہیں کیا گیا اور نہ واقعی طور پر کیا جا رہا ہے۔

ان تمام مشکلات اور حوصلہ شکن حالات کے باوجود انجمن ہذا مایوس نہیں ہے بلکہ حکومت وقت اور اعلیٰ عہدہ داران محکمۂ تعلیم سے نیک اور مفید توقعات رکھتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی وقتاً فوقتاً خط و کتابت کا جائزہ لیا جائے تو اس عرصہ میں سال سے زیادہ چٹھیاں بھیجی گئی ہیں۔ جواب اور جواب در جواب کا مسلسل رابطہ قائم ہے۔

وفد بخدمت ایجوکیشن منسٹر صاحب اسی سلسلہ میں ایک وفد بخدمت ایجوکیشن منسٹر صاحب راجستھان بھی حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات زبانی و تحریری عرض کیے جن کے باعث احکام حکومت کی تعمیل نہیں ہو رہی ہے۔ نیز ایسے ۴۰۰ پرائمری اسکولوں اور ۵۰ مڈل اسکولوں کی فہرست بھی پیش کی جن میں منظور شدہ تعداد طلبا ہے مگر کسی طور پر تعلیم اردو کا انتظام نہیں۔ اس کے علاوہ

وفد بخدمت اسسٹنٹ کمشنر لسانی اقلیات انجمن ہذا نے وقتاً فوقتاً بالا بالا بھی لسانی اقلیاتی کمشنر صاحب الٰہ آباد کی خدمت میں یہ حالات عرض کیے اور مرکزی انجمن کے توسط سے بھی عرض کرائے۔ چنانچہ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء کو اسسٹنٹ کمشنر صاحب جے پور تشریف لائے اعلان سے انجمن ہذا کا وفد جس میں باستثنائے اراکین کے علاوہ دوسرے اراکین کرام بھی اور انجمنوں کی مقامی شاخوں کے اراکین بھی شریک تھے، بہر حال ہر پہلو پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اسسٹنٹ کمشنر صاحب لسانی اقلیات راجستھان بھی شریک تھے اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر صاحب کے بجائے ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب بھی۔ وفد نے ذیل بعضہ تمام ضروری امور عرض کرکے ایک میمورنڈم بھی دیا، ۴۰۰ پرائمری اسکولوں کی بیان شدہ فہرست جن میں حکومت کی مانگ کردہ شرط متعلق تعداد طلبا پوری ہے مگر تعلیم اردو کا ابھی تک کوئی انتظام نہیں ہے پیش کی۔

نارمن میسی

مختصر نویسی کے چار سو سال

مختصر نویسی (شارٹ ہینڈ) پر انگریزی میں پہلی کتاب سنہ ۱۵۸۸ء میں شایع ہوئی تھی اور مختصر نویسی کے اول سسٹم کے موجد ڈاکٹر ٹیماتھی برائٹ تھے۔ اس کے بعد مختصر نویسی کے دیگر طریقے بھی ایجاد ہوئے لیکن سب سے زیادہ مقبولیت سر آئزک پٹ مین کے سسٹم کو حاصل ہوئی۔ سر آئزک ڈاکٹر برائٹ کی کتاب کی اشاعت کے ۲۲۵ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ چھوٹی عمر ہی میں وہ فن مختصر نویسی سے دلچسپی لینے لگے تھے۔ انھوں نے سیموئیل ٹیلر کا سسٹم اپنایا جو کہ سنہ ۱۷۸۶ء میں ایجاد ہوا تھا۔ مختصر نویسی کے صوتی نظام (آواز کے مطابق) کو فروغ دینے کے کام سے ان کو بہت دلچسپی تھی۔

سنہ ۱۸۳۷ء میں انھوں نے مختصر نویسی کا اپنا سسٹم ایجاد کیا جو کہ آواز پر مبنی تھا۔ اس سسٹم کا نام انھوں نے "سٹینوگرافک ساؤنڈ ہینڈ" رکھا۔ صوتی نظاموں کے ارتقا میں یہ سسٹم سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا۔ تین سال بعد سو جو پٹ مین شارٹ ہینڈ کی ابتدا ہوئی۔ پٹ مین کا استعمال سنہ ۱۸۴۰ء میں انگلستان میں ہوا تھا۔

ڈاکٹر برائٹ اور سر آئزک پٹ مین کے درمیانی عرصہ میں فن مختصر نویسی کے کئی اور سسٹم بھی ایجاد ہوئے اور کئی موجدوں نے اس فن کو ترقی دینے میں اپنا پارٹ ادا کیا۔ ان میں ولیم میسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ مختصر نویسی کے فن کو بہتر بنانے کے کام میں انتھک واقع ہوئے تھے۔ سنہ ۱۵۸۸ء اور سنہ ۱۸۳۷ء کے درمیان انھوں نے مختصر نویسی پر تین الگ کتابیں لکھیں۔ ان کا ایجاد کیا ہوا ایک سسٹم اپنے زمانہ میں بہت مقبول ثابت ہوا۔ ان کے سسٹم کو تھامس گرنی نے اپنایا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ لندن کی فوجداری مرکزی عدالت "اولڈ بیلی" میں پہلے سرکاری مختصر نویس تھے۔ ۱۸ ویں صدی میں جان بائروم اور جیمز ویسٹن نے مختصر نویسی کے نئے سسٹم ایجاد کیے۔ ان میں بہت زیادہ رقابت پائی جاتی تھی۔ اپنے اپنے سسٹم کی تعریف کرتے وقت وہ معقولیت کی تمام حدود سے بڑھ جاتے تھے۔ اخباروں میں بھی وہ ایک دوسرے کے خلاف لکھا کرتے تھے۔

مختصر نویسی اور ڈکنز

یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مشہور برطانوی مصنف چارلس ڈکنز مختصر نویسی کے ماہر اور مانے ہوئے رپورٹر تھے۔ انھوں نے یہ فن ۱۵ سال کی عمر میں سیکھا۔ ناولسٹ کے طور پر شہرت پانے سے قبل وہ اپنے وقت کے نہایت اعلیٰ درجے کے رپورٹر تھے۔ انھوں نے مختصر نویسی کا گرنی سسٹم سیکھا تھا اور وہ پارلیمنٹری رپورٹر بن گئے تھے۔ وہ عدالتوں میں پیش ہونے والے مقدمات کی رپورٹنگ بھی کیا کرتے تھے۔ اُن کی مختصر نویسی کے اصل نمونے لندن کی ایک حالیہ نمایش میں پیش کیے گئے تھے۔

مختصر نویسی اور برنارڈ شا

یہ تو معلوم نہیں کہ آج کل کتنے مصنفین مختصر نویسی سے کام لیتے ہیں لیکن برنارڈ شا نے اپنے بعض ڈراموں کے مسودے تیار کرتے وقت اس فن کو ضرور استعمال کیا تھا۔

مشاعرہ مرزا محمد تقی ہوس

(صفحہ اول سے آگے)

فرخ شاگرد ناسخ عمر ۳۰ سال ۵ شعر، مطلع :-

مرے آگے نہ لے قاتل علم کر تیغ دشمن پر
مجھی کو قتل کر تو خون میرا میری گردن پر

خود ناسخ کے دیوان اول میں اس زمین میں ایک طویل غزل موجود ہے :-

نہیں ہے سبزۂ خط عارض محبوب پُرفن پر
ہوئے ہیں جمع پروانے یہ آکر شمع روشن پر

مصحفی نے بھی غزل کہی تھی خود انھوں نے پانچ شعر انھوں نے نقل کیے ہیں :-

زبانِ نازکش کس کی ہوئی تھی گرم شیون پر
گداز موم کا عالم نظر آتا ہے آہن پر

ریاض الفصحا کا زمانۂ تالیف سنہ ۱۲۲۱ھ تا سنہ ۱۲۳۱ھ ہے۔ ناسخ کا پہلا دیوان سنہ ۱۲۳۲ھ میں مرتب ہوا۔ مولوی عبدالقادر جیت پوری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۲۹ھ میں ناسخ کی شاعری ترقی پر تھی۔ مصحفی تحریر حالات کے وقت ہوس کی عمر چالیس سے زیادہ بتاتے ہیں گویا سنہ ۱۲۳۲ھ کے کچھ بعد ہوس کا ذکر لکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے مشاعرۂ مذکور ہو چکا تھا۔ اس مشاعرہ کا زمانہ سنہ ۱۲۲۹ھ سے سنہ ۱۲۳۳ھ کے درمیان سمجھا جا سکتا ہے۔

لہ ریاض ۲۴۵ ۔ لہ ریاض صفحہ ۳۰ ۔ لہ ریاض ۲۹۳ ۔ لہ دستور الفصاحت مولفہ احمد علی یکتا مرتبہ مولانا امتیاز علی صاحب عرشی مدظلہ (دستور، دیباچہ ۱۲۰)۔ لہ آب حیات کا تنقیدی مطالعہ از مسعود حسن رضوی صاحب ۹۲۔ لہ دستور ۱۱۴

دو شعری مجموعے
آتش گل، جگر مرادآبادی ۔ قیمت چھ روپے
متاع تسکین، تسکین قریشی ۔ قیمت تین روپے
ملنے کا پتہ :- انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پبلشر نذیر حسن، ایڈیٹر ضمیرالدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا